OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
ISSN (Online): 2791-0067
Published on 16/06/2025

روایتی اسلامی تعلیم اور جدید سماجی علوم: ہم آہنگی اور چیلنجز

The Intersection of traditional Islamic education and modern social sciences

Dr. Anwar Ali
SST, Govt Higher Secondary School Topi, Swabi, Khyber Pakhtunkhwa
Email: anwaraliphd@gmail.com.

Dr. Faizullah
Lecturer, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra .
hafiz.faizullah2014@gmail.com

Dr Shahid Amin
Associate Professor, Department of Islamic & Religious Studies, Hazara University Mansehra . shahidaminn@live.com

Abstract

Empowering communities through knowledge acquisition and skill development plays a vital role in fostering sustainable growth and societal change. This study investigates the interplay between traditional Islamic education and contemporary social sciences, analyzing their evolution over time, distinct pedagogical approaches, and the feasibility of integrating them within modern education systems. Islamic education, particularly within madrasas, has traditionally emphasized subjects like theology, jurisprudence, and philosophy, while modern social sciences have developed as distinct disciplines centered on empirical inquiry and the study of societal dynamics.

The research addresses the obstacles and opportunities in merging traditional Islamic education with modern social sciences to tackle global challenges effectively.

The purpose is to explore their methodologies, identify shared grounds, and recommend strategies to integrate Islamic and contemporary education paradigms within current academic systems.

This research adopts a qualitative methodology, utilizing content analysis, stakeholder interviews, and curriculum comparisons to investigate the alignment of these two educational approaches.

The analysis highlights overlapping themes and significant challenges while proposing reforms in curriculum design and fostering interdisciplinary collaborations to develop a cohesive educational framework.

Keywords:
Islamic Education, Traditional Education, Social Sciences, Interdisciplinary Education, Curriculum Integration.

1) تعارف (Introduction)

روایتی اسلامی علوم اور جدید سماجی علوم کے امتزاج کا نظریہ ایک اہم علمی جستجو کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر تعلیمی ماڈل تشکیل دینے کی صلاحیت رکھتا ہے جو عصرِ حاضر کی پیچیدگیوں سے نمٹنے کے قابل ہو۔ اسلامی تعلیم، خصوصاً مدارس کے تحت، تاریخی طور پر دینی علوم کی ترسیل اور فکری ارتقاء پر مرکوز رہی ہے۔ قرآن، حدیث، فلسفہ و علمِ کلام، فقہ، اور تصوف جیسے بنیادی مضامین اخلاقی اصلاح، اعلیٰ کردار، اور الٰہی قوانین کی تفہیم میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس، جدید سماجی علوم کا آغاز انیسویں اور بیسویں صدی میں مغربی دنیا میں ہوا۔ سوشیالوجی، نفسیات، معاشیات اور سیاسیات جیسے شعبے تجرباتی

CC BY

روایتی اسلامی تعلیم اور جدید سماجی علوم: ہم آہنگی اور چیلنجز

تحقیق، معلوماتی مواد(Data) کے تجزیے اور منظم طریقہ ہائے کار پر مبنی ہیں، جن کے ذریعے معاشرتی مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ ان علوم کا مقصد انسانی رویوں اور سماجی ڈھانچوں میں موجود رجحانات کو سمجھنا ہے، اور یہ عقلی تحقیق اور شواہد پر مبنی نتائج پر زور دیتے ہیں۔

اگرچہ یہ دونوں تعلیمی ماڈلز بظاہر مختلف نظر آتے ہیں—ایک مذہبی اصولوں پر مبنی اور دوسرا تجرباتی و سائنسی طریقہ کار پر—لیکن ان کے درمیان اشتراک اور تعاون کے وسیع امکانات موجود ہیں۔

اسلامی تعلیم ایک گہری اور مستحکم تاریخ رکھتی ہے، جس کی جڑیں ابتدائی اسلامی ادوار تک پہنچتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے زمانے سے ہی تعلیم کو نہ صرف دینی احکامات کی تفہیم بلکہ مسلم معاشرے کی فکری اور سماجی ترقی کے لیے بھی بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ قرآن مجید علم کے حصول پر زور دیتا ہے اور اسے ایک عظیم عبادت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ[1]

اللہ ان لوگوں کے درجات بلند فرمائے گا جو ایمان لائے اور جنہیں علم عطا کیا گیا۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی احادیث اور سیرتِ مبارکہ بھی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں، جن میں مسلمانوں کو دینی اور دنیاوی علوم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اسے ایک اجتماعی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔

عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ":طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[2]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

ابتداءً تعلیم کا طریقہ غیر رسمی ہونے کے باوجود منظم تھا، جہاں علماءِ کرام مساجد، گھروں اور چھوٹے علمی حلقوں میں تعلیم دیا کرتے تھے۔ جیسے جیسے اسلام مختلف خطوں میں پھیلتا گیا، باقاعدہ تعلیمی اداروں کے قیام کی ضرورت محسوس ہونے لگی، جس کے نتیجے میں مسلم دنیا میں مدارس کا قیام عمل میں آیا۔[3] یہ مدارس علمی مراکز تھے، جہاں دینی علوم کے ساتھ ساتھ گرامر، منطق، بلاغت اور حتیٰ کہ سائنسی علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ ان مدارس نے نہ صرف اسلامی تعلیمات کے تسلسل کو برقرار رکھا بلکہ وسیع علمی اور سائنسی روایات کو بھی فروغ دیا، جس کی بدولت مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیاوی معاملات میں منظم اور عقلی بنیاد پر غور و فکر کرنے کا موقع ملا۔[4]

2) اسلامی تعلیمی اداروں کا ارتقاء(Evolution of Islamic Educational Institutions)

جیسے جیسے اسلامی سلطنت پھیلتی گئی، خاص طور پر عباسی دور اور اس کے بعد، علماء نے علمِ دین کے علاوہ دیگر فکری شعبوں کی اہمیت کو بھی تسلیم کرنا شروع کیا۔ اس دور میں الفارابی (متوفی 950ء)، ابن سینا (متوفی 1037ء) اور ابن خلدون (متوفی 1406ء) جیسے نامور مفکرین سامنے آئے، جنہوں نے اسلامی اصولوں کو عقلی تحقیق کے ساتھ مربوط کیا۔ یہ علماء دینی اور دنیاوی علوم میں مہارت رکھتے تھے اور فلسفہ، طب، فلکیات، ریاضی اور تاریخ جیسے متعدد علمی شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

الف) ابو نصر محمد بن محمد بن طرخان بن اوزلغ الفارابی

الفارابی جنہیں ارسطو کے بعد "المعلم الثانی" کے لقب سے جانا جاتا ہے، نے فلسفہ اور سیاسی نظریات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انہوں نے یونانی فلسفیانہ روایات کو اسلامی عقائد کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی اور یہ ثابت کیا کہ عقل اور ایمان باہمی طور پر متصادم نہیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون ہو سکتے ہیں۔ منطق، مابعد الطبیعات اور سیاسی نظریات پر ان کی تصنیفات مسلم دنیا میں فکری روایات کی تشکیل میں نہایت مؤثر ثابت ہوئیں۔[5]

ب) ابو علی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا

ابن سینا، جنہیں مغرب میں Avicenna کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک ہمہ جہت عالم (polymath) تھے، جن کی طب، فلکیات اور فلسفے میں خدمات انقلاب آفرین تھیں۔ ان کی طبّی کتاب القانون فی الطب کئی صدیوں تک اسلامی اور یورپی دنیا میں بنیادی حوالہ بنی رہی۔[6] فلسفے میں ابن سینا نے ارسطو اور نوافلاطونی (Neoplatonic) خیالات کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ کیا، اور ان کے نظریات نے اسلامی اور مغربی فلسفیانہ روایات پر دیرپا اثرات مرتب کیے، حتیٰ کہ مشہور مسیحی فلسفی تھامس ایکوائنس (Thomas Aquinas) بھی ان سے متاثر ہوئے۔

ج) ولی الدین عبدالرحمن بن محمد بن محمد بن الحسن بن جابر بن محمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن خلدون الحضرمی

ابن خلدون، جنہیں عمرانیات (sociology) اور تاریخ نویسی (historiography) کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے، نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف المقدمہ میں انسانی تاریخ اور سماجی ڈھانچوں کا گہرائی سے تجزیہ پیش کیا۔ ان کا نظریہ عصبیت (social cohesion) اور تہذیبوں پر اقتصادی و ماحولیاتی اثرات کا مطالعہ جدید سماجی علوم کے کئی بنیادی تصورات کی بنیاد بنا۔[7]

یہ جلیل القدر مفکرین اسلامی تہذیب کے سنہری دور میں مدارس کے علمی مزاج کی عکاسی کرتے ہیں، جہاں دینی اور دنیاوی علوم کو ایک دوسرے کا تکمیلی حصہ سمجھا جاتا تھا۔ ان کا ماننا تھا کہ خواہ علم کا حصول روحانی بصیرت کے ذریعے ہو یا عقلی تحقیق کے ذریعے، اس کا مقصد اللہ کی مرضی کو سمجھنا اور انسانی فلاح و بہبود کو بہتر بنانا ہے۔ ان کی علمی کاوشوں نے متعدد علمی شعبوں میں ترقی کی ٹھوس بنیاد رکھی اور آنے والی نسلوں کے لیے فکر و تحقیق کے دروازے کھولے، جو آج بھی علمی اور فکری مباحث کو مہمیز دیتے ہیں۔

مدارس بحیثیت علمی مراکز (Madrasas as Intellectual Centres)

مدارس اسلامی دنیا میں علمی، سماجی اور سیاسی ڈھانچے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرنے والے منظم تعلیمی ادارے بن گئے۔ یہ ادارے صرف تدریسی مراکز تک محدود نہیں تھے بلکہ علمی، فکری اور ثقافتی سرگرمیوں کے بھی مراکز تھے، جہاں علماء، شعراء اور بااثر سیاسی شخصیات اکٹھے ہوتے اور علمی مباحث منعقد کیے جاتے۔ مدارس کا نصاب انتہائی وسیع تھا، جس میں فقہ (Islamic Jurisprudence)، نحو (Grammar)، منطق (Logic)، بلاغت (Rhetoric)، علمِ کلام (Theology) اور یہاں تک کہ یونانی و رومی فلسفہ اور ریاضی جیسے مضامین بھی شامل کیے گئے تھے۔[8]

مدرسہ تعلیم کا ایک اہم پہلو اجتہاد (نئے مسائل پر آزادانہ قانونی استدلال) تھا، جو علماء کو اسلامی قوانین کو بدلتے ہوئے سماجی حالات کے مطابق سمجھنے اور لاگو کرنے کی صلاحیت فراہم کرتا تھا۔ اس طرح مدارس نے اسلامی علمی روایت کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اجتہادی فکر کے ذریعے معاشرتی مسائل کے حل کے لیے راہیں ہموار کیں۔ مدارس صرف علمی ادارے ہی نہیں بلکہ سماجی ادارے بھی تھے، جنہوں نے معاشرے کے مختلف طبقات کو تعلیم کے مواقع فراہم کیے۔ مدارس میں علمی بحث و مباحثے کی روایت پروان چڑھی، جہاں مذہبی اور دنیاوی علوم پر گہرے غور و فکر کے دروازے کھلے رکھے گئے۔

مدارس کی علمی میراث اور جدید تناظر میں ان کی اہمیت

(Legacy of Madaris and Modern Relevance)

مدارس کی قائم کردہ علمی روایت نے اسلامی فکر کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا اور مختلف علمی میدانوں میں اسلامی نظریات کو مستحکم کیا۔ آج اسلامی تعلیم کے حوالے سے مباحث میں اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ روایتی اسلامی علوم کو جدید تعلیمی شعبوں، خصوصاً سماجی علوم (Social Sciences) کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے۔ اسلامی علوم کو معاشیات (Economics)، سیاسیات (Political Science) اور عمرانیات (Sociology) جیسے جدید مضامین کے ساتھ جوڑ کر ایک متوازن تعلیمی ماڈل تشکیل دیا جا سکتا ہے، جو دینی اصولوں اور تجرباتی و سائنسی طریقہ کار دونوں کو یکجا کرے۔ اس حوالے سے الفارابی، ابن سینا اور ابن خلدون جیسے مفکرین کے علمی کام نہایت اہم ہیں، جنہوں نے اسلامی سنہری دور میں عقلی تحقیق (Rational Inquiry) اور روحانی و اخلاقی اصولوں (Spiritual & Ethical Frameworks) کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا۔

آج مدارس کی علمی میراث جدید تعلیمی اصلاحات کی بنیاد فراہم کرتی ہے، جس کے ذریعے مسلم اکثریتی ممالک میں تعلیمی نظام کو جدید خطوط پر استوار کرنے

کی کوششیں کی جارہی ہیں۔اس علمی اساس کی مدد سے دینی تعلیم اور جدید سماجی علوم کے امتزاج کے ذریعے سماجی انصاف، عدم مساوات، اور اخلاقی طرزِ حکمرانی جیسے عالمی مسائل کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔اسلامی فکر اور جدید سماجی سائنسی طریقوں کا امتزاج ایک جامع اور متوازن نقطۂ نظر فراہم کرتا ہے، جو ان چیلنجز کو مؤثر طریقے سے حل کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

3) جدید سماجی علوم کا ارتقاء(The Emergence of Modern Social Sciences)

جدید سماجی علوم کا ارتقاء فکری تاریخ میں ایک بڑی تبدیلی کی نشاندہی کرتا ہے، خاص طور پر دورِ تنویر (Enlightenment) اور صنعتی انقلاب (Industrial Revolution)کے دوران۔ 17ویں صدی کے آخر سے 19ویں صدی تک کے اس عرصے میں، مغربی دنیا میں ایسے علمی رجحانات ابھرے جنہوں نے عقل، سائنسی تحقیق اور مشاہداتی شواہد پر زور دیا اور مذہبی یا روایتی فلسفیانہ تصورات کو ثانوی حیثیت دی۔اس دوران انسانی معاشروں، سماجی رویوں اور معاشی نظاموں کو نظم و ضبط اور سائنسی طریقوں کے ذریعے سمجھنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی، جس کے نتیجے میں سماجی علوم (Social Sciences)علیحدہ تعلیمی شعبے کے طور پر سامنے آئے۔

اس سے قبل انسانی معاشروں کے مطالعے پر زیادہ تر مذہبی اور فلسفیانہ نظریات غالب تھے۔ تاہم، دورِ تنویر میں عقل پسندی اور تجرباتی (Empirical)طریقوں پر مبنی سوچ نے سماجی علوم کی بنیاد رکھی۔ جان لاک(John Locke) ، ژاں ژاک روسو (Jean-Jacques Rousseau)اور عمانوئل کانٹ (Immanuel Kant) جیسے مفکرین نے روایتی مذہبی و موروثی حکومتی طاقتوں کو چیلنج کیا اور انسانی عقل، آزادی اور سائنسی تحقیق کے فروغ پر زور دیا۔[9]

جدید سماجی علوم کی بنیادی شاخیں(Main Disciplines in Contemporary Social Sciences)

آج کے سماجی علوم کئی مرکزی شاخوں پر مشتمل ہیں، جن میں ہر ایک انسانی سماج کے مختلف پہلوؤں پر توجہ مرکوز کرتی ہے۔ان میں نمایاں ترین شعبے عمرانیات(Sociology) ،نفسیات(Psychology) ،معاشیات (Economics) اور سیاسیات (Political Science) شامل ہیں، جو انسانی رویوں، سماجی حرکیات اور سیاسی اداروں کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

i) عمرانیات(Sociology)

عمرانیات کو19ویں صدی کے اوائل میں اگست کومٹے (Auguste Comte) نے ایک باضابطہ علمی میدان کے طور پر متعارف کروایا، جنہیں "عمرانیات کا بانی "کہا جاتا ہے۔انہوں نے اثباتیت (Positivism) کا نظریہ پیش کیا، جس میں انہوں نے سائنسی طریقوں کے ذریعے سماجی مظاہر کے مطالعے کی وکالت کی۔ان کے مطابق، سماج کو بھی فطری علوم کی طرح منظم طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور مشاہداتی تحقیق کے ذریعے سماجی قوانین دریافت کیے جا سکتے ہیں۔[10]

عمرانیات کی تعریف مختلف الفاظ میں درج ذیل اہلِ علم نے یوں کی ہے؛

الف)انتھونی گڈنز[Anthony Giddens]

Sociology is the study of human social life, groups and societies.[11]

ب)ایمل ڈرکھائم[Émile Durkheim]

Sociology can be defined as the science of institutions, their genesis and their functioning.[12]

ج)میکس ویبرMax Weber

Sociology is a science which seeks to interpret social action in order thereby to arrive at a causal explanation of its course and effects.[13]

د) ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

عمرانیات انسانی معاشرت، اس کے ڈھانچے، اداروں اور رویوں کا سائنسی مطالعہ ہے۔[14]

یعنی عمرانیات وہ علم ہے جو معاشرے کی تشکیل، تنظیم، اداروں، اور انسانی تعلقات کو سائنسی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

عمرانیات کے ماہرین سماجی ڈھانچے، نسل، جنس، اور سماجی تبدیلیوں جیسے موضوعات پر تحقیق کرتے ہیں اور سروے (Surveys)، انٹرویوز (Interviews) اور شماریاتی تجزیے (Statistical Analysis) جیسے معیاری (Qualitative) اور مقداری (Quantitative) دونوں طریقے استعمال کرتے ہیں۔

ii) نفسیات (Psychology)

نفسیات ایک باضابطہ علمی شعبے کے طور پر 19ویں صدی کے آخر میں ابھری۔ اس کے بانیوں میں سگمنڈ فرائیڈ (Sigmund Freud)، ولیم جیمز (William James) اور کارل یونگ (Carl Jung) شامل ہیں۔

نفسیات کی جامع تعریف مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کی جاتی ہے:

الف) ولیم جیمز [William James]

Psychology is the science of mental life, both of its phenomena and of their conditions.[15]

ب) جان بی واٹسن [John B. Watson]

Psychology is the science of behaviour.[16]

ج) ڈاکٹر یوسف سلیم چشتی

نفسیات انسانی ذہن، شعور، جذبات اور رویے کے سائنسی مطالعے کا نام ہے۔[17]

یعنی نفسیات وہ علم ہے جو انسانی ذہن اور رویے کو سائنسی بنیادوں پر سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ انسان کیوں اور کیسے سوچتا، محسوس کرتا اور عمل کرتا ہے۔

ابتدائی طور پر، نفسیات کا زیادہ تر انحصار فلسفہ اور حیاتیات پر تھا، لیکن جلد ہی یہ تجرباتی سائنس (Empirical Science) میں تبدیل ہو گئی۔ فرائیڈ کے نظریہ تحلیلِ نفسی (Psychoanalysis) نے لاشعور (Unconscious Mind) کی اہمیت پر روشنی ڈالی، جبکہ بعد میں رویہ پسندی (Behaviourism) اور ادراکی نفسیات (Cognitive Psychology) جیسے مکاتبِ فکر نے نفسیات کو مزید وسعت دی۔[18]

آج نفسیات میں تحقیق کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں، جن میں تجربات (Experiments)، کیس اسٹڈیز (Case Studies) اور نیورو امیجنگ (Neuroimaging) شامل ہیں، جو انسانی رویوں اور ذہنی صحت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔

iii) معاشیات (Economics)

معاشیات بطور ایک علیحدہ علمی شعبہ دورِ تنویر کے دوران ابھری، خاص طور پر ایڈم اسمتھ (Adam Smith) کے کام کے ذریعے، جنہیں "جدید معاشیات کا بانی" کہا جاتا ہے۔ ان کی مشہور تصنیف "دولتِ اقوام (The Wealth of Nations)" (1776) نے کلاسیکی معاشی نظریہ (Classical Economic Theory) کی بنیاد رکھی، جس میں مارکیٹ کی حرکیات اور آزاد منڈی کے اصولوں پر زور دیا گیا۔[19]

الف) ایڈم اسمتھ [Adam Smith]

Economics is the science of wealth. It enquires into the nature and causes of the wealth of nations.[20]

ب) لائنل رابنز [Lionel Robbins]

Economics is the science which studies human behaviour as a relationship between ends and scarce means which have alternative uses.[21]

ج)اسلامی تعریف(Islamic Economics)

Islamic Economics is the knowledge which helps to realize human well-being through the allocation and distribution of scarce resources in conformity with Islamic teachings without unduly curbing individual freedom or creating continued macroeconomic and ecological imbalances. [22]

معاشیات اس بات کا مطالعہ کرتی ہے کہ وسائل کس طرح پیدا کیے، تقسیم کیے اور استعمال کیے جاتے ہیں۔معاشی ماہرین ریاضیاتی ماڈلز (Mathematical Models)اور شماریاتی اوزار (Statistical Tools) کے ذریعے معیشتی رجحانات کا تجزیہ کرتے ہیں اور حکومتی پالیسیوں کے لیے سفارشات فراہم کرتے ہیں۔

iv)سیاسیات(Political Science)

سیاسیات بھی 19ویں صدی میں ایک باضابطہ تعلیمی شعبے کے طور پر ابھری، جس میں کارل مارکس(Karl Marx) ، میکس ویبر (Max Weber)اور ایلیکسس ڈی توکویل (Alexis de Tocqueville) جیسے مفکرین نے نمایاں کردار ادا کیا۔یہ شعبہ سیاسی نظام، طرزِ حکمرانی، اور سیاسی اداکاروں کے طرزِ عمل کے مطالعے پر مرکوز ہے۔

الف)ارسطو[Aristotle]

Political science is the study of the state. It is the master science which aims at the highest good of man. [23]

ب)ڈیوڈ ایسٹن[David Easton]

Political science is the study of the authoritative allocation of values for a society[24].

ج)اسلامی نقطہ نظر سے

Islamic Political Science is the study of governance, state, and authority in the light of Shariah, aiming to establish justice, consultation (Shura), accountability, and the implementation of divine guidance in society. [25]

سیاسیات کا مقصد یہ سمجھنا ہے کہ ریاستی ڈھانچے کس طرح کام کرتے ہیں، طاقت کس طرح تقسیم ہوتی ہے، اور قانون ساز ادارے اور عدلیہ کس طرح کام کرتے ہیں۔اس کے علاوہ، یہ علم سیاسی نظریات، جماعتوں، اور انتخابی نظام کا بھی تجزیہ کرتا ہے۔

سیاسیات میں تحقیق کے لیے معیاری (Qualitative) اور مقداری (Quantitative) دونوں طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔

سماجی علوم کی ترقی میں اہم شخصیات (Influential Figures in the Evolution of Social Sciences)

جدید سماجی علوم کے ارتقاء میں کئی اہم مفکرین کا نمایاں کردار رہا ہے، جنہوں نے اپنے عہد میں معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔ان میں چند نمایاں شخصیات درج ذیل ہیں:

ا)کارل مارکس(1883–1818) (Karl Marx)

مارکس عمرانیات اور سیاسیات کی ترقی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کے نظریات جیسے کہ:

طبقاتی جدوجہد(Class Conflict)

تاریخی مادیت(Historical Materialism)

سرمایہ داری پر تنقید(Critique of Capitalism)

یہ آج بھی سماجی اور سیاسی علوم میں تحقیق کا ایک بڑا موضوع ہیں۔ان کے نظریات، خاص طور پر سرمایہ دارانہ نظام اور معاشرتی طبقات کے تعلق پر تجزیہ، آج بھی معاصر سیاسی اور سماجی مطالعات میں ایک مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔[26]

۲) سگمنڈ فرائیڈ (19391856)(Sigmund Freud)

فرائیڈ کو نفسیاتی تجزیہ (Psychoanalysis) کے بانی کے طور پر جانا جاتا ہے، جو لاشعور (Unconscious Mind) کے انسانی رویے پر اثرات کا مطالعہ کرتا ہے۔ان کے اہم نظریات میں شامل ہیں:

"Id, Ego, & Superego" کا نظریہ، جو انسانی ذہن کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے۔ بچپن کے تجربات کی اہمیت، جو شخصیت کی تشکیل میں کردار ادا کرتے ہیں۔[27]

۳) اگست کومٹے (1857–1798)(Auguste Comte)

اگست کومٹے عمرانیات (Sociology) کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ان کی سب سے بڑی علمی شراکت اثباتیت (Positivism) کا فلسفہ ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ:

> "معاشرتی مسائل کو سائنسی طریقوں سے حل کیا جا سکتا ہے نیز سماج میں قوانین اور ادارے انسانی ترقی کے لیے اہم ہیں۔"[28]

ان کے مطابق، عمرانیات کا مقصد صرف معاشرتی مسائل کو سمجھنا نہیں بلکہ انہیں بہتر بنانا بھی ہے۔

۴) میکس ویبر (1920–1864) (Max Weber)

ویبر نے مذہب، بیوروکریسی، اور اقتدار کے موضوعات پر نمایاں تحقیق کی۔ان کے مشہور نظریات میں شامل ہیں:

> "پروٹسٹنٹ اخلاقیات (Protestant Ethic) اور سرمایہ داری کا عروج، جس میں انہوں نے مذہب اور معیشت کے تعلق کی وضاحت کی۔"[29]

سماجی عقلیت پسندی (Rationalization)، جس نے جدید معاشرت میں بیوروکریسی اور اداروں کی تشکیل کی وضاحت کی۔ ویبر کے تصورات آج بھی سماجی تبدیلی اور تنظیمی تھیوری میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

4) تقابلی جائزہ: اسلامی علوم بمقابلہ جدید سماجی علوم

(Comparative Analysis: Islamic Education vs. Social Sciences)

روایتی اسلامی تعلیم اور جدید سماجی علوم (Social Sciences) کے درمیان بنیادی فرق ان کے فکری اصولوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ فرق ان کے طریقہ کار، مقاصد اور فکری ڈھانچے کو واضح کرتا ہے۔ اسلامی تعلیم الٰہی وحی پر مبنی ہے اور دینی متون سے اخذ کردہ اخلاقی اور روحانی رہنمائی فراہم کرتی ہے، جب کہ جدید سوشل سائنسز سیکولر اور انسانی مرکزیت کی حامل ہیں اور سائنسی تحقیق اور تجرباتی مطالعے پر انحصار کرتی ہیں۔

تحقیق کے مختلف طریقے: اجتہاد اور تجرباتی تحقیق

(Differing Methodologies: Ijtihad vs. Empirical Research)

اسلامی تعلیم اور جدید سوشل سائنسز میں تحقیق کے طریقوں میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیم میں اجتہاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اجتہاد میں تحقیق ایک مخصوص مذہبی فریم ورک کے اندر کی جاتی ہے، جہاں علماء قرآن، حدیث اور فقہی اصولوں کو بنیاد بنا کر نتائج اخذ کرتے ہیں۔[30]

اس کے برعکس، سماجی علوم میں تحقیق کے تجرباتی طریقے استعمال کیے جاتے ہیں، جن میں مقداری (Quantitative) اور معیاری (Qualitative) دونوں طرح کے طریقے شامل ہیں۔ مقداری تحقیق میں اعداد و شمار، سروے، اور تجربات شامل ہوتے ہیں، جب کہ معیاری تحقیق میں

انٹرویوز، مشاہدات اور کیس اسٹڈیز کو استعمال کیا جاتا ہے۔[31]

یوں، اجتہاد ایک مذہبی واخلاقی دائرے میں رہ کر مسائل کا حل نکالتا ہے، جب کہ سوشل سائنسز کا طریقہ کار خالصتاً مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہوتا ہے۔

مشترکہ مقصد: معاشرتی بہتری(Shared Goals: Improving Human Society)

اگرچہ ان دونوں مکاتب فکر کے بنیادی اصول مختلف ہیں، لیکن ان کا بنیادی مقصد ایک ہی ہے یعنی انسانی معاشرے کو بہتر بنانا۔ اسلامی تعلیم کا مقصد ایسے افراد کی تربیت کرنا ہے جو اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گزاریں اور معاشرے کی بھلائی میں اپنا کردار ادا کریں۔ دوسری جانب، سماجی علوم بھی ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو غربت، عدم مساوات، سیاسی بدعنوانی، اور دیگر سماجی برائیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان اس مشترکہ مقصد کی بنیاد پر باہمی مکالمے اور اشتراک کے امکانات موجود ہیں۔

5) اسلامی تعلیم اور جدید سماجی علوم کے درمیان مشترکہ نکات (Areas of Common Ground between Islamic Education and Modern Social Sciences)

اگرچہ اسلامی تعلیم اور جدید سماجی علوم کے بنیادی اصول مختلف ہیں، لیکن کئی ایسے شعبے ہیں جہاں یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

۱) اخلاقیات اور سماجی ذمہ داری(Ethics and Social Responsibility)

اسلامی علوم اور جدید سماجی علوم دونوں اخلاقیات اور سماجی ذمہ داری پر زور دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیم میں انصاف، ہمدردی اور مساوات جیسے اصولوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جب کہ سوشل سائنسز میں بھی انسانی حقوق، سماجی انصاف اور برابری کے مسائل پر تحقیق کی جاتی ہے۔ اگر اسلامی اخلاقی تعلیمات کو سماجی سائنسی تحقیق کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو ایک ایسا نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے جو نہ صرف مادی بلکہ روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کا بھی احاطہ کرے۔

۲) انسانی ترقی کے جامع اصول (Holistic Approach to Human Development)

اسلامی تعلیم فرد کی روحانی، اخلاقی، اور معاشرتی ترقی کو اہمیت دیتی ہے۔ اسلام میں علم کا مقصد محض دنیاوی ترقی نہیں بلکہ کردار سازی اور سماجی اصلاح بھی ہے۔ دوسری جانب، جدید سماجی علوم بھی انسانی ترقی، سماجی اداروں کے کردار اور معاشی و نفسیاتی عوامل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر اسلامی تعلیم کے جامع تصور کو سوشیالوجی، نفسیات اور دیگر سماجی علوم کے ساتھ مربوط کیا جائے تو انسانی فلاح و بہبود کے لیے زیادہ متوازن نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

۳) تجرباتی علم اور الہامی حکمت کا امتزاج(Integration of Empirical Knowledge and Divine Wisdom)

اسلامی تعلیم اور جدید سماجی علوم کے درمیان ایک اور مشترک نکتہ یہ ہے کہ دونوں معاشرتی مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسلام میں تحقیق اور علم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے، اور تجرباتی سائنسی تحقیق کو بھی علم کے ایک لازمی جزو کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر سوشل سائنسز کے تجرباتی طریقوں کو اسلامی اصولوں کے ساتھ جوڑ کر تحقیق کی جائے تو اس کے زیادہ مفید اور مؤثر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔

۴) تعلیمی اصلاحات اور باہمی تعاون کے امکانات(Educational Reforms and Collaborative Efforts)

اگر اسلامی علوم اور جدید سماجی علوم کو تعلیمی نظام میں یکجا کیا جائے تو ایک ایسا نصاب ترتیب دیا جا سکتا ہے جو طلبہ کو علمی، اخلاقی، روحانی اور سماجی لحاظ سے ایک متوازن شخصیت بنانے میں مدد دے۔ اسلامی علوم کے علماء اور سماجی علوم کے ماہرین مل کر تعلیمی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے کام کر سکتے ہیں، جس سے سماجی انصاف، تعلیمی اصلاحات، اور پالیسی سازی میں بہتری لائی جا سکتی ہے۔

6) انضمام میں چیلنجز(Challenges in Integration)

الف) فلسفیانہ اور علمانی اختلافات (Philosophical and Epistemological Differences)

اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کے انضمام میں سب سے بڑا چیلنج ان کے بنیادی فلسفیانہ اور علمانی اختلافات ہیں۔ اسلامی تعلیمات الہامی وحی پر مبنی ہیں، جسے علم اور حقیقت کا آخری اور معتبر ترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس تناظر میں علم کا مقصد اللہ کی مرضی کو سمجھنا اور پورا کرنا ہوتا ہے، اور یہ روحانی اور اخلاقی ترقی کو فروغ دیتا ہے۔ اس کے برعکس، جدید سماجی علوم سیکولر انسانیت پسندی اور تجرباتی طریقوں پر مبنی ہیں، جو مشاہدہ، تجربہ اور عقلی تجزیے پر زور دیتے ہیں۔

یہ مختلف دنیاوی نظریات دونوں نظاموں کے انضمام میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ ان اختلافات کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دونوں شعبوں کے علم کو ایک ساتھ لانے کا طریقہ کار تلاش کریں، اور اس میں دونوں کی بنیادی اقدار کا احترام کیا جائے۔

ب) ادارہ جاتی اور ساختی رکاوٹیں (Institutional & Structural Barriers)

ایک اور اہم چیلنج اسلامی تعلیمی اداروں (مدارس) اور سیکولر یونیورسٹیوں کے درمیان ادارہ جاتی تفریق ہے۔ مدارس بنیادی طور پر مذہبی تعلیمات پر مرکوز ہیں، جہاں دین کے متون کو حفظ کرنے اور ان کی تفسیر پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس، سیکولر یونیورسٹیاں سماجیات، معاشیات، نفسیات اور سیاسیات جیسے شعبوں پر مرکوز ہیں اور عموماً سائنسی طریقہ کار اور سیکولر نقطہ نظر اختیار کرتی ہیں۔

یہ ادارہ جاتی تفریق اسلامی علم کے جدید سماجی علوم کے ساتھ انضمام میں ایک بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ اس چیلنج کو حل کرنے کے لیے مذہبی اسکالرز اور سماجی سائنسدانوں کے درمیان زیادہ تعاون کی ضرورت ہے اور ایسے مواقع پیدا کرنے کی ضرورت ہے جہاں دونوں روایات ایک ساتھ کام کر سکیں۔

ج) ثقافتی اور سیاسی مزاحمت (Cultural & Political Resistance)

ثقافتی اور سیاسی مزاحمت بھی اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کے انضمام میں ایک چیلنج کے طور پر سامنے آسکتی ہے۔ خاص طور پر ان معاشروں میں جہاں روایتی اسلامی تعلیمات کو مذہبی اور ثقافتی شناخت کا ایک اہم جزو سمجھا جاتا ہے۔ ایسے معاشروں میں سیکولر تعلیمی طریقوں کو اپنانے یا ان سماجی علوم کو شامل کرنے میں مزاحمت ہو سکتی ہے جو اسلامی اقدار کے مخالف سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح، سیکولر معاشروں میں مذہبی تعلیمات کو تعلیم میں شامل کرنے کو سیکولر اصولوں کے لیے خطرہ سمجھا جا سکتا ہے۔

اس مزاحمت کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مذہبی اور سیکولر کمیونٹیز کے درمیان کھلا مکالمہ ہو، اور دونوں نظاموں کے انضمام کے فوائد پر بات چیت کی جائے اور ساتھ ہی ثقافتی اور مذہبی اقدار کا احترام بھی کیا جائے۔

د) بین الشعبہ جاتی تربیت کی کمی (Lack of Interdisciplinary Training)

ایک اور اہم چیلنج دونوں شعبوں کے اسکالرز میں بین الشعبہ جاتی تربیت کی کمی ہے۔ اسلامی اسکالرز عموماً فقہ، حدیث اور اسلامی فلسفہ میں مہارت رکھتے ہیں، جبکہ سماجی سائنسدان سماجیات، معاشیات یا نفسیات جیسے مخصوص شعبوں پر توجہ دیتے ہیں۔

اس چیلنج کو حل کرنے کے لیے ایسے تعلیمی پروگرامز کی ضرورت ہے جو اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کو یکجا کرتے ہوئے بین الشعبہ جاتی تربیت فراہم کریں، تاکہ اسکالرز دونوں شعبوں کے مابین موجود خلا کو پُر کر سکیں اور دونوں شعبوں کے درمیان تعاون کو فروغ دیا جا سکے۔

انضمام کے مواقع (Opportunities for Integration)

۱) بین الشعبہ جاتی نصاب کی ترقی (Interdisciplinary Curriculum Development)

بین الشعبہ جاتی نصاب کی ترقی اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کے انضمام کے لیے موقع فراہم کرتی ہے۔ یونیورسٹیاں اور مدارس مل کر ایسے پروگرامز تیار کریں جو اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم دونوں میں کورسز پیش کریں، جس سے طلبہ کو مختلف شعبوں کا علم حاصل ہوگا اور دونوں شعبوں کے تقاطع کو سمجھنے کے مواقع ملیں گے۔

۲) اسلامی سماجی علوم: خلا کو پُر کرنا (Islamic Social Sciences: Bridging the Gap)

اسلامی تعلیمات کو جدید سماجی سائنسی طریقوں کے ساتھ جوڑنے کے لیے ایسے شعبوں کا قیام عمل میں لایا جائے جن سے ایسے نظریات تخلیق کیے جا سکیں جو اسلامی اقدار سے متاثر ہوں۔ اسلامی معیشت اور اسلامی سیاسیات جیسے شعبے اسلامی تعلیمات کو جدید نظریات کے ساتھ جوڑ کر سماجی مسائل کو اس طرح حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو روحانی اور تجرباتی دونوں پہلوؤں کا احترام کرتا ہو۔

۳) تعاون پر مبنی تحقیقی اقدامات (Collaborative Research Initiatives)

اسلامی تعلیمات کے اسکالرز اور سماجی سائنسدانوں کے درمیان تعاون سے ایسی تحقیق سامنے آسکتی ہے جو سماجی چیلنجز کو حل کرے۔ اسلامی اخلاقی بصیرت کو تجرباتی تحقیق کے طریقوں کے ساتھ جوڑ کر اسکالرز غربت، عدم مساوات اور صحت کی دیکھ بھال جیسے مسائل کا جامع حل پیش کر سکتے ہیں۔

۴) عالمی مکالمہ اور علم کا تبادلہ (Global Dialogue and Knowledge Exchange)

اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کے انضمام سے عالمی سطح پر مکالمہ اور علم کا تبادلہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اسکالرز مختلف ثقافتی اور بین المذاہب مکالموں میں مشغول ہو کر عالمی مسائل کے حل کے لیے تجویز پیش کر سکتے ہیں۔

7) انضمام کے لیے حکمت عملی (Bridging the Gap: Integrating Islamic Education with Social Sciences)

اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کے انضمام کے لیے مختلف حکمت عملیوں پر عمل درآمد کیا جا سکتا ہے جو تعلیمی، پالیسی اور ادارہ جاتی سطح پر اس انضمام کو فروغ دیتی ہیں، اور دونوں نظاموں کو یکجا کرنے کے لیے سازگار ماحول پیدا کرتی ہیں۔ ان حکمت عملیوں میں شامل ہیں:

۱) نصاب میں اصلاحات اور ترقی (Curriculum Reform and Development)

نصاب کی اصلاحات انضمام کے عمل کا آغاز ہیں۔ تعلیمی اداروں، خاص طور پر مدارس اور سیکولر یونیورسٹیوں کو مل کر بین الشعبہ جاتی نصاب تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نصاب اسلامی تعلیمات کو سماجی سائنسی طریقوں کے ساتھ جوڑ کر طلبہ کو ایک جامع تعلیم فراہم کرے گا۔

۲) اساتذہ کی تربیت اور پیشہ ورانہ ترقی (Teacher Training and Professional Development)

انضمام کے عمل میں کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ اساتذہ دونوں شعبوں کی تعلیمات کو سمجھیں اور تدریس کے عمل میں دونوں کی جوڑنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اساتذہ کی تربیت کے پروگرامز اس بات کو یقینی بنائیں کہ اساتذہ کو دونوں شعبوں کی تدریسی مہارت حاصل ہو۔

۳) تحقیقی تعاون اور بین الشعبہ جاتی مکالمے

(Research Collaboration and Interdisciplinary Dialogues)

تعلیمی تحقیق اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کے درمیان خلا کو پُر کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ تحقیقی منصوبوں میں دونوں شعبوں کے اسکالرز کا تعاون سماجی چیلنجز جیسے غربت، صنفی مساوات اور صحت کی دیکھ بھال کے مسائل کو حل کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

۴) پالیسی کی حمایت اور عوامی مشغولیت (Policy Advocacy and Public Engagement)

اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کے انضمام کو عوامی پالیسی میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ پالیسی ساز، تعلیمی رہنما اور کمیونٹی کے سربراہان کو اس بات کی حمایت کرنی چاہیے کہ تعلیمی ادارے ایک ایسا ماڈل اپنائیں جو
دونوں شعبوں کو یکجا کرتا ہو، اور عوامی سطح پر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

۵) تعلیمی اداروں کا تعاون پر مبنی قیام (Building Collaborative Educational Institutions)

اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کو یکجا کرنے والے ادارے قائم کرنا انضمام کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ یہ ادارے درج ذیل کام کر سکتے ہیں:

- مذہبی اور سیکولر تعلیم کا امتزاج (Combine Religious and Secular Education)
ایسے ادارے قائم کریں جو اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم دونوں کے پروگرامز پیش کریں۔ اس میں اسلامی معیشت، سیاسیات یا سماجیات جیسے شعبوں میں ڈگریاں دینے والے اداروں کا قیام شامل ہو سکتا ہے۔
- بین الشعبہ جاتی تحقیق کو فروغ دینا (Encourage Interdisciplinary Research)
ایسی تعلیمی تحقیق کو فروغ دیں جو اسلامی اور سماجی سائنسی نقطہ نظر کو یکجا کرے تاکہ معاصر سماجی مسائل کے لیے نئے حل پیدا کیے جا سکیں۔
- تعاون کا ماحول قائم کرنا (Foster a Collaborative Environment)
کیمپس میں ایک ایسا ثقافتی ماحول پیدا کریں جہاں مختلف شعبوں کے طلبہ، اساتذہ اور محققین مل کر کام کریں اور مذہبی اور سیکولر علم کے درمیان خلا کو پُر کرنے میں مدد کریں۔

ایسے ادارے انضمام کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور ایک نئی نسل کے اسکالرز اور عملی افراد تیار کر سکتے ہیں جو پیچیدہ سماجی مسائل کا حل پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔

8) اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کے مستقبل کے امکانات (Future Prospects for Islamic Education and Social Sciences)

اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کا انضمام عملی میدان میں ان دونوں شعبوں کے باہمی تکمیل کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ حقیقی دنیا کی مثالوں کو تلاش کر کے ہم اس میدان میں درپیش چیلنجز اور مواقع کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ ذیل میں کچھ کیس اسٹڈیز دی گئی ہیں جو اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کے امتزاج کی کامیاب کوششوں کو اجاگر کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ یہ اقدامات سماجی ترقی میں کس طرح مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔

۱) جامعۃ الرشید، کراچی (Jamia Tur Rasheed Karachi)

جامعۃ الرشید، کراچی، پاکستان کا ایک ممتاز اسلامی تعلیمی ادارہ ہے جو اسلامی علوم اور جدید سماجی علوم کے امتزاج پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔ اس ادارے کا مقصد طلباء کو دینی اور عصری تعلیم کا جامع امتزاج فراہم کرنا ہے، تاکہ وہ معاشرے میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

جامعہ میں 30 سے زائد تعلیمی شعبہ جات ہیں، جن میں درس نظامی، معہد الرشید العربی، تحفیظ القرآن، کلیۃ الشریعہ، شعبہ عصری علوم، اور شعبہ تخصصات نمایاں ہیں۔ ان شعبہ جات کے ذریعے طلباء کو روایتی اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ جدید دنیاوی مہارتیں بھی سکھائی جاتی ہیں۔[32]

جامعہ کے مختلف شعبہ جات، جیسے کلیۃ الفنون (میڈیا، جرنلزم) اور کلیۃ الدعوۃ، طلباء کو جدید سماجی علوم میں مہارت حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرتے ہیں، جبکہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کا بھی خیال رکھتے ہیں۔[33]

اس طرح، جامعۃ الرشید اسلامی اور جدید سماجی علوم کے امتزاج کے ذریعے طلباء کو ایک متوازن تعلیمی تجربہ فراہم کرنے میں پیش پیش ہے۔

۲) مجمع العلوم الاسلامیہ پاکستان (Majma Ul Uloom AL-Islamia Pakistan)

2021 میں، جامعۃ الرشید نے جامعہ بنوریہ العالمیہ کے ساتھ مل کر "مجمع العلوم الاسلامیہ" کے نام سے ایک مدرسہ بورڈ کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد مدارس میں دینی اور عصری تعلیم کو یکجا کرنا ہے۔[34]

۳) الغزالی یونیورسٹی کراچی (Al Ghazali University, Karachi)

2022 میں جامعہ نے "الغزالی یونیورسٹی" بھی قائم کی، جو اس کے اس عزم کا عکاس ہے کہ طلباء کو اسلامی اور جدید علوم کا امتزاج فراہم کیا جائے۔[35]

۴)ادارہ علوم اسلامی اسلام آباد(Institute of Islamic Sciences, Islamabad)

ادارہ علوم اسلامی اسلام آباد ایک معروف دینی و تعلیمی ادارہ ہے جو پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع ہے۔اس ادارے کی بنیاد ۱۹۸۶ء میں مولانا فیض الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ نے رکھی۔ یہ ادارہ اسلامی علوم کی تدریس اور تحقیق کے لیے اہم خدمات فراہم کرتا ہے اور یہاں مختلف اسلامی موضوعات پر تحقیق کی جاتی ہے۔ادارہ علوم اسلامی نے اسلام آباد اور پاکستان میں دین اسلام کے علمی و ثقافتی فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

تعلیمی پروگرامز:

ادارہ علوم اسلامی مختلف تعلیمی پروگرامز پیش کرتا ہے، جن میں اسلامی تاریخ، فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان و ادب، اور اسلامی معاشیات جیسے موضوعات شامل ہیں۔ادارہ طلباء کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق حاصل کریں تاکہ وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔

عصری و دینی علوم کا امتزاج

ادارہ علوم اسلامی میں جماعت ششم سے ایم اے کی تعلیم درس نظامی کے دورۂ حدیث تک مکمل دی جاتی ہے جو اسی ادارے کا خاصہ ہے۔اس ادارے کے طلبا نے فیڈرل بورڈ کے میٹرک اور ایف اے کے امتحانات میں کئی سال سے گولڈ میڈلز لے کر ایک ریکارڈ قائم کیا ہے۔[36]

۵)بیت السلام ایجوکیشن سسٹم(Baitussalam Education System)

بیت السلام ایجوکیشن سسٹم ایک تعلیمی ادارہ ہے جو طلباء کو اسلامی تعلیمات اور عصری تعلیم کی بہتر تربیت فراہم کرتا ہے۔اس ادارے کا مقصد بچوں کو ایسی تعلیم دینا ہے جو نہ صرف دینی اقدار پر مبنی ہو بلکہ انہیں جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق بھی تیار کرے۔

الف)اسلامی تعلیمات :اس سسٹم میں قرآن و سنت کی تعلیم کو اہمیت دی جاتی ہے تاکہ طلباء اپنے دین اور مذہبی اقدار سے آگاہ ہوں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

ب)عصری تعلیم :ساتھ ہی ساتھ، بیٹس السلام میں جدید دنیا کی تعلیم جیسے کہ سائنس، ریاضی، زبانیں، کمپیوٹر سائنس اور دیگر مضامین پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے تاکہ طلباء دنیا بھر میں ہونے والی ترقی سے ہم آہنگ رہیں۔

ج)عربی زبان: ادارہ طلباء کو عربی زبان میں بول چال، لکھنا، پڑھنا کی ایک سال تک سکھانے کا انتظام کرتا ہے۔

د)انگریزی زبان کی تعلیم :بیت السلام ایجوکیشن سسٹم میں طلباء کو انگریزی زبان کی بہترین تعلیم دی جاتی ہے جس سے طلباء انگریزی میں تقریر اور تحریر کے قابل ہو جاتے ہیں۔

ہ)اخلاقی اور معاشرتی تربیت :اخلاقی تعلیمات پر زور دیا جاتا ہے تاکہ طلباء نہ صرف تعلیمی میدان میں کامیاب ہوں بلکہ ان کی کردار سازی بھی کی جا سکے۔

اس کے علاوہ، بیت السلام ایجوکیشن سسٹم میں طلباء کو مختلف ثقافتی اور علمی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے کا موقع ملتا ہے، جو ان کی ذہنی اور جسمانی نشو نما میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔اس ادارے کی تعلیم کا مقصد طلباء کو نہ صرف اچھا انسان بنانا ہے بلکہ انہیں ایک کامیاب اور فعال شہری بھی بنانا ہے۔[37]

9) معاشرتی اثرات(Implications for Society)

اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کا انضمام معاشرے کے لیے اہم اثرات رکھتا ہے، جو اخلاقی اور تجزیاتی دونوں زاویوں سے پیچیدہ سماجی مسائل کے حل کی پیشکش کرتا ہے۔ذیل میں اس انضمام کے معاشرتی اثرات کو بیان کیا گیا ہے۔

الف)معاصر سماجی مسائل کا حل(Addressing Contemporary Social Issues)

یہ انضمام غربت، عدم مساوات، اور سماجی خلفشار جیسے مسائل کے حل میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے، اور سماجی انصاف و مساوات کو فروغ دیتا ہے۔اسلامی اخلاقی اصولوں کو سماجی سائنسی تحقیق کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ان چیلنجز کے حل کے لیے مؤثر حکمت عملی تیار کی جا سکتی ہے۔

سماجی انصاف(Social Justice)

اسلامی تعلیمات عدل، مساوات اور دولت کی تقسیم پر زور دیتی ہیں، جبکہ جدید سماجی علوم غربت اور سماجی عدم مساوات سے نمٹنے کے لیے تجزیاتی طریقے فراہم کرتے ہیں۔

غربت میں کمی(Poverty Alleviation)

اسلامی تعلیمات جیسے زکوٰۃ(خود کشی کا عمل)اخلاقی فریم ورک فراہم کرتی ہیں، جو سماجی سائنس کے نقطہ نظر سے ہم آہنگ ہو کر غربت میں کمی کے لیے مؤثر حکمت عملیوں کی نشاندہی کر سکتی ہیں۔

کمیونٹی کی فلاح(Community Welfare)

اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم دونوں مضبوط سماجی نیٹ ورک اور کمیونٹی کی فلاح کی اہمیت پر زور دیتے ہیں، جو سماجی ہم آہنگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ب)اخلاقی حکمرانی کو فروغ دینا(Promoting Ethical Governance)

اسلامی تعلیمات کو جدید سیاسی سائنس کے نظریات کے ساتھ جوڑ کر اخلاقی حکمرانی کو فروغ دیا جا سکتا ہے، جس کا مقصد انصاف، احتساب، اور اچھی حکمرانی پر مرکوز ہونا ہے۔ اسلامی اصول جیسے شوریٰ(مشاورت)اور فلاحی حکمرانی کو جدید حکومتی ماڈلز کے ساتھ ہم آہنگ کر کے زیادہ منصفانہ اور مؤثر سیاسی نظام تشکیل دیے جا سکتے ہیں۔

ج)بین المذاہب اور بین الشعبہ جاتی مکالمہ کو فروغ دینا

(Fostering Interfaith and Interdisciplinary Dialogue)

اسلامی تعلیمات اور سماجی علوم کو یکجا کر کے یہ طریقہ مختلف شعبوں اور مذاہب کے درمیان مکالمہ کو فروغ دیتا ہے۔ یہ غلط فہمیوں کو کم کر سکتا ہے، رواداری کو بڑھا سکتا ہے، اور عالمی مسائل جیسے موسمیاتی تبدیلی، نقل مکانی، اور صحت کے شعبے میں تعاون کے مواقع فراہم کر سکتا ہے۔

د)سماجی یکجہتی اور شناخت کو مضبوط کرنا(Strengthening Social Cohesion and Identity)

اسلامی تعلیمات کو سماجی علوم کے ساتھ یکجا کر کے ثقافتی اور مذہبی شناختوں کو محفوظ رکھتے ہوئے جدید سماجی چیلنجز کا حل نکالا جا سکتا ہے۔ یہ انضمام قومی شناخت کو مضبوط کرتا ہے اور خصوصاً مسلم دنیا کے اندر عالمی یکجہتی میں مدد فراہم کرتا ہے۔

10) نتیجہ(Conclusion)

اسلامی تعلیمات اور جدید سماجی علوم کا انضمام معاصر چیلنجز سے نمٹنے کے لیے زبردست صلاحیت فراہم کرتا ہے۔ یہ طریقہ نہ صرف اخلاقی اقدار کو فروغ دیتا ہے بلکہ عالمی مسائل کے حل کے لیے عملی حل بھی پیش کرتا ہے۔ بین الشعبہ جاتی تعاون، تعلیمی اصلاحات، اور اساتذہ کی تربیت کو فروغ دے کر ادارے مستقبل کے اسکالرز کو جدید دنیا کی پیچیدگیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر سکتے ہیں، اس دوران وہ اپنے روحانی اقدار پر بھی قائم رہیں گے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

1 سورۃالمجادلہ:11

2 محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، دار الفکر بیروت، ط۔دوم:1990ء، حدیث:224

3 مولاناڈاکٹراکرام اللہ جان قاسمی، تاریخ میں دینی مدارس کی ابتداءاور ارتقاء، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، ناشر: دارالعلوم دیوبند، جلد105، شمارہ8، ص160

4 ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، مترجم: سعد حسن خاں یوسفی، ناشر: نور محمد دہلوی، جلد1، ص539

5 رئیس احمد جعفری، فارابی، المطبوعات، کراچی، ط:1953ء، ص62

6 ابن سینا، القانون فی الطب، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، سنِ اشاعت:1999ء، جلد1، ص1-2

7 ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، مترجم: سعد حسن خاں یوسفی، ناشر: نور محمد دہلوی، ط1984ء، ص:61

8 ڈاکٹراکرام اللہ جان قاسمی، تاریخ میں دینی مدارس کی ابتداءاور ارتقاء، دارالعلوم دیوبند، ط2016ء، ج1، ص105-110

9 ڈاکٹر محمد عبدالحکیم، دورِ تنویر اور جدید فلسفہ، سوشیالوجی پبلیکیشنز کراچی، ط2012ء، ج1 ص75-80

John Locke , An Essay Concerning Human Understanding, Westlock Press, 1690, V: 1, Page: 56-60 10

11Anthony Giddens, *Sociology*, 7th Edition, Polity Press, Cambridge, 2013, p. 4

12Émile Durkheim, *The Rules of Sociological Method*, Free Press, New York, 1982, p. 45

13Max Weber, Economy and Society, University of California Press, 1978, Vol. 1, p. 4

14 ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی، *عمرانیات: تعارف و مبادیات*، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2005، ص12

ol.1, p. 1The Principles of Psychology, Henry Holt and Company, New York, 1890, VWilliam James, 15

16John B. Watson, *Psychology as the Behaviourist Views It*, Psychological Review, 1913, p. 158

17 ڈاکٹر یوسف سلیم چشتی، *نفسیات کیا ہے؟*، مکتبہ چشتی، لاہور، 1999، ص7

Jean-Jacques Rousseau , The Social Contract, Chamfrey & Coles, 1762, V: 1, Pages: 102-10818

Critique of Pure Reason, Cambridge University Press, 1781, V: 1, Pages: 120-130 Immanuel Kant,19

Adam Smith, *An Inquiry into the Nature and Causes of the Wealth of Nations, London: W. Strahan 20 and T. Cadell, 1776, Book I, p. 12

Lionel Robbins, An Essay on the Nature and Significance of Economic Science, London: Macmillan 21 .& Co., 1932, p. 15

M. Umer Chapra, *What is Islamic Economics?*, Jeddah: Islamic Research and Training Institute, 22 + Khurshid Ahmad, *Studies in Islamic Economics*, Leicester: .Islamic Development Bank, 1996, p. 6 .The Islamic Foundation, 1980, p. 20

.Aristotle, Politics, Translated by Benjamin Jowett, Oxford: Clarendon Press, 1885, Book I, p. 2 23

David Easton, A Framework for Political Analysis, Englewood Cliffs, NJ: Prentice-Hall, 1965, p. 50 24

Abu A'la Maududi, *The Islamic Law and Constitution*, Lahore: Islamic Publications, 1960, p. 25 25

Marx, Karl. Capital: A Critique of Political Economy, Translated by Ben Fowkes, Penguin Books,26

London, 1976, Volume 1, p. 150.

27 Freud, Sigmund, The Interpretation of Dreams, Translated by James Strachey, Basic Books, New York, 1955, p. 75.

28 Comte, Auguste, The Course in Positive Philosophy, Translated by Harriet Martineau, Bell and Sons, London, 1896, Volume 2, p 200.

29 Weber, Max, The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism, Translated by Talcott Parsons, Routledge, London, 1930, p 120.

30 قاضی مقبول احمد، اسلام اور اجتہاد، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2013، ص 129

31 زبیری، نثار احمد۔ تحقیق کے طریقے۔ کراچی: شعبہ تصنیف وتالیف و ترجمہ، 2024، ص 45

32 جامعۃ الرشید کراچی (Jami Tur Rasheed, Karachi) کی آفیشل ویب سائٹ: https https://jtr.edu.pk

33 جامعۃ الرشید، کراچی: اسلامی اور جدید علوم کا امتزاج، جامعۃ الرشید، کراچی، 2022، ص. 45

34 مجمع العلوم الاسلامیہ پاکستان (Majma Ul Uloom AL-Islamia Pakistan) کی آفیشل ویب سائٹ: https://mui.edu.pk

35 الغزالی یونیورسٹی، کراچی (Al Ghazali University, Karachi) کی آفیشل ویب سائٹ: https://agu.edu.pk

36 ادارہ علوم اسلامی، اسلام آباد (Institute of Islamic Sciences, Islamabad) کی آفیشل ویب سائٹ: https://iisi.edu.pk

37 بیت السلام ایجوکیشنل ٹرسٹ، تلہ گنگ (Baitussalam) کی آفیشل ویب سائٹ: https://baitussalam.org